ہماری جمہوریت: افسانے' حقائق اور ایشوز

اس بات سے قطع نظر کہ پاکستان کے عوام کے لیے کون سی چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے' اسلام آباد اور راولپنڈی میں پاکستان کی گائیڈڈ جمہوریت کے ساتھ اسٹیبلشمنٹ کا کیا جانے والا تجربہ جاری ہے۔ اس کا تازہ ترین مظاہرہ وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی کی اقتدار سے علیحدگی اور پاکستان مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت حسین کی وزارت عظمٰی پر تقرری ہے' جن کی جگہ پر بعد ازاں موجودہ وزیر خزانہ شوکت عزیز کو وزیر اعظم مقرر کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں میڈیا کو جو ماحول میسر ہے' وہ دنیا کے آزاد ترین میڈیا ماحول میں سے ایک ہے۔ اس طرح کے ماحول میں توقع کے عین مطابق اس تبدیلی نے سیاستدانوں اور میڈیا کو موقع فراہم کیا کہ وہ نہ ختم ہونے والے اور متضاد دعوے کریں اور اپنی اپنی سوچ کے مطابق اس تبدیلی کی توضیح کریں۔

میر ظفر اللہ جمالی کی اقتدار سے علیحدگی پر اپوزیشن کی نوحہ گری سے وہ جمہوریت کی نابغہ روزگار شخصیت بنتے نظر آتے ہیں۔ مشرف نواز اراکین پارلیمنٹ کی طرف سے دلچسپ عوامی دعوے کیے گئے' ان میں سے ایک دعوٰی اسٹیبلشمنٹ کی حمایت یافتہ بینظیر بھٹو مخالف پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے وزیر کا تھا۔ ٹیلیویژن پر نشر ہونے والی ایک گفتگو میں موصوف نے جمالی کی تبدیلی کو مارگریٹ تھیچر کی اقتدار سے علیحدگی اور جان میجر کے برطانیہ کے وزیر اعظم منتخب ہونے کے ہم پلہ قرار دیا۔ وہ ان ہاؤس تبدیلی میں جنرل پرویز مشرف کے کردار کو واضح طور پر بھول گئے۔ اسی دوران چودھری شجاعت حسین نے بچ پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے واضح انداز میں یہ بات تسلیم کی کہ صدر نے کردار ادا کیا' کیونکہ انہوں نے پارٹی کو مشورہ دیا اور پارٹی نے ان کا مشورہ قبول کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ میر ظفر اللہ خان جمالی کی اقتدار سے علیحدگی کا انتظام اس طرح کیا گیا تھا کہ اس اقدام سے کوئی فوری ردِ عمل سامنے نہیں آیا۔ اس کے بجائے اسٹیبلشمنٹ کی پاکستان مسلم لیگ خوش باش خاندان نظر آ رہی تھی' جیسا کہ چودھری شجاعت حسین' جمالی' شوکت عزیز اور ہمایوں اختر اکٹھے ایک ہی قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

جمالی صاحب کی اقتدار سے رخصتی کے بعد زبردست سیاسی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ اپوزیشن سے تعلق رکھنے والی جماعتیں مرکز اور سندھ میں تین جماعتوں' پاکستان مسلم لیگ' بینظیر مخالف پی پی پی اور ایم کیو ایم' پر مشتمل اتحاد پر الزام لگاتی ہیں کہ ان اتحادیوں نے اسٹیبلشمنٹ کا ساتھی اور کٹھ پتلی بن کر جمہوریت کو نقصان پہنچایا ہے' کیونکہ ان تین جماعتوں کا گٹھ جوڑ ہی ان کا بہترین دفاع بن چکا ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی' پاکستان مسلم لیگ (ن)' جمعیت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی کی سابق اور برسر اقتدار رہتے ہوئے پالیسیاں مریضانہ حد تک نفرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ حقیقت اور افسانے کو خلط ملط کر دینے والا بیچ بہت عام ہے۔

یہ ساری صورتحال ایک مرتبہ پھر اس بنیادی سوال کو ابھارتی ہے کہ پاکستان کا گائیڈڈ جمہوریت کا تازہ ترین تجربہ کس سمت میں جا رہا ہے۔ اس سوال کا جواب دینا آسان نہیں۔ اس حوالے سے مختلف آراء سامنے آتی ہیں' جن میں سے کچھ یہ ہیں: اس کا گزشتہ دور پھر لوٹ آیا' جنرل پرویز مشرف کی جمہوریت پاکستان کے حوالے سے جمہوریت کی مناسب شکل ہے' موجودہ نظام فرد واحد کی آمریت ہے' اب وقت ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کی طاقت کی حقیقت کو تسلیم کیا جائے' پاکستان کو حقیقتاً اقتصادی ترقی کی ضرورت ہے' آخر کار چین' جنوبی کوریا اور ملائیشیا نے جمہوریت کے بغیر اقتصادی ترقی کی ہے۔

پاکستان کی صورتحال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ پاکستان کو دانشورانہ چیلنجز درپیش ہیں۔ کیا ہماری صورتحال کا حقیقی جائزہ ان واضح' دل شکستہ نتائج کی نفی کرتا ہے؟ کیا پاکستان میں اقتدار کا موجودہ منظر نامہ اس کے ماضی کا محض ری پلے نہیں ہے؟ اکثر لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ پاکستان کے اقتدار کے ماضی کے منظر نامے میں دو واضح حقیقتیں غالب تھیں۔

پہلا وہ منظر نامہ جس میں جمہوریت کی تخلیق جنرل ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق نے کی تھی' انہوں نے ہی اقتصادی ترقی کی کوششوں کی نگرانی کی تھی' جو ان حکمرانوں کی اقتدار سے علیحدگی کے بعد ختم ہو گئی تھیں' جس سے پاکستان کے نظام سیاست اور حکومت کو خطرناک اور تباہ کن انداز میں نقصان پہنچا۔ دوسرا منظر نامہ وہ تھا جس میں جمہوری طور پر منتخب سویلین وزرائے اعظم کو سول' خاکی' بیوروکریسی نے اپنی مدت پوری نہ کرنے دی' جس سے یہاں حقیقی جمہوریت کبھی اپنی جڑیں نہ پکڑ سکی۔

لیکن ان دو حقائق کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ سب سے اہم بات وہ خلیج ہے' جو پاکستان کی ریاستی طاقت کے لیورز کو کنٹرول کرنے والے پاور منیجرز یعنی ملٹری اور بیوروکریسی اور موجودہ جاہ و اقتدار کے خواہشمند سیاسی کھلاڑیوں کے درمیان پائی جاتی ہے اور یہ خلیج شاذ و نادر ہی اتنی واضح ہوتی جتنی کہ ہمارے حالات و واقعات میں اس کی عکاسی کی جاتی۔ مادی فائدے اور سہولت کی خاطر خفیہ طور پر ہی سہی' خاکی' بیوروکریسی اور سیاسی بیوروکریسی میں پائی جانے والی شراکت کا نتیجہ ریاست میں محلاتی سازشوں کی صورت میں نکلا اور عدلیہ نے واضح طور پر غیر اخلاقی نظریہ ضرورت کو قبول کر لیا۔ اس صورتحال نے بعد کے سیاسی بحرانوں کے بیج بوئے' جس کے نتیجے میں پاکستان دولخت ہوا' ضیاء الحق نے مارشل لا لگایا اور ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی۔

ہم اب جن حالات کا سامنا کر رہے ہیں' کچھ حوالوں سے یہ صورتحال اسی مظہر کا تسلسل ہے۔ اس کے باوجود سول ملٹری تقسیم میں ہیروز اور ولنز کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو گا۔ سیاسی اکھاڑے میں سول اور خاکی شراکت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے علاوہ وثوق سے کہی گئی کوئی بھی

مہمان کالم

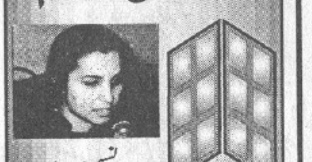

نسیم زہرا

بات افسانہ ہو گی۔ گزشتہ چند دنوں میں پاکستان کے شہریوں نے افسانوی صداقتوں کے جس نمونے کو پڑھا' یا سنا ہے' وہ اس قابل ہے کہ اس کی نشاندہی کی جائے۔

افسانہ:۔ جمہوریت کو پختگی عطا کرنے کی یہ پہلی علامت ہے کہ جس میں برسر اقتدار پارٹی کے ارکان جمالی کے مسئلے کو خوش اسلوبی سے حل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

☆ جہاں تک برسر اقتدار جماعتوں کا تعلق ہے' خفیہ ہاتھ جمہوری تماشے کو چلاتا ہے۔

☆ پاکستان کی موجودہ پارلیمانی جمہوریت کو بحران کا سامنا ہے۔

☆ جنرل پرویز مشرف اسٹیبلشمنٹ کی تخلیق کردہ اور حمایت یافتہ پاکستان مسلم لیگ کی پوری طرح سرپرستی کر رہے ہیں۔

☆ منتخب ارکان قومی پالیسی کی تشکیل' قانون سازی اور وفاقی حکومت کو چلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

حقیقت:۔ پاکستان کا جمہوری تجربہ جاری ہے۔

پاکستان کا موجودہ حکمران کھلم کھلا پارلیمانی جمہوریت میں ملوث ہو چکا ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے فوجی اور سویلین مددگاروں کی حمایت سے سیاسی منظر نامے کو از سر نو تشکیل دیا۔ ان کی پہلی کامیابی سترہویں ترمیم کی منظوری تھی۔ متحدہ مجلس عمل یہ چاہتی تھی کہ یہ نظام چلتا رہے' اس لیے اس نے دسمبر 2004ء تک صدر کو وردی میں قبول کر لیا۔

انہوں نے کامیابی کے ساتھ نواز شریف مخالف پاکستان مسلم لیگ اور بینظیر بھٹو مخالف پاکستان پیپلز پارٹی تخلیق کی۔ انہیں ایم کیو ایم کی بھی حمایت حاصل ہے۔ ان کے وزارتِ عظمٰی کے لیے امیدوار چودھری شجاعت حسین نے پارلیمنٹ میں 190 ووٹ حاصل کیے۔ پارلیمانی محاذ پر بھی ان دونوں جماعتوں نے بالادستی حاصل کر لی ہے۔ گائیڈڈ جمہوریت کے تناظر میں جنرل پرویز مشرف کو نہ صرف پارلیمنٹ کی اکثریت کی حمایت حاصل ہے' بلکہ منتخب اراکین پارلیمنٹ کی اکثریت نے انہیں بطور صدر بھی قبول کر لیا ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے اپنی طاقت کی بنیاد کو وسعت دی ہے۔ ادلے کے بدلے اقدامات کے ذریعے انہوں نے جو طاقت حاصل کر لی ہے' اس کی وجہ سے انہوں نے سیاسی بنیاد بھی حاصل کر لی ہے۔ سندھ کو ایم کیو ایم کے حوالے کر کے' بینظیر بھٹو مخالف ارکان کو وزارتیں دے کر اور احتساب کی چھڑی کے استعمال سے انہوں نے سیاسی حلیفوں کو جیتا ہے۔ اس وقت جنرل پرویز مشرف ایک سیاسی ریفری بھی بن چکے ہیں' جو مختلف جماعتوں کے مابین اور ایک ہی جماعت کے اندر اختلاف رائے کو نمٹاتے ہیں۔ پارلیمانی جمہوریت کے کھیل میں جنرل پرویز مشرف اپوزیشن کو مات دے چکے ہیں۔ کچھ لوگ یہ رائے دیں گے کہ سارے ریاستی ڈھانچے کی مدد سے یہ سب کچھ حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔

ان حقائق کے باوجود حقیقی مسائل کو حل کرنا ابھی باقی ہے۔ قانون کی حکمرانی' الیکشن کمیشن' عدلیہ اور پولیس جیسے اداروں کا قابل یقین اور مؤثر انداز میں کام کرنا جیسے اہم مسائل کو ابھی حل کیا جانا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اس صورتحال کو تبدیل کرنے کی ذمہ داری اس فرد پر عائد ہوتی ہے' جس کے پاس تقریباً لامحدود اختیارات ہیں۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ کے بہت سارے طلبہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ایک جنرل نہ تو بامقصد تبدیلی لا سکتا ہے اور نہ ہی وہ حقیقی جمہوریت کا معمار بن سکتا ہے' وہ ریاستی ڈھانچے کا بھی مصلح نہیں بن سکتا۔ فیصلہ اب بھی جنرل پرویز مشرف کے ہاتھ میں ہے۔

(بشکریہ: "دی نیوز"۔ ترجمہ: احمد یار) ☆